السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نماز کی نیت زبان سے پڑھنا حدیث شریف سے ثبوت ہے ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

زبان سے نیت کرنے کا ثبوت نہیں نیت دل کا فعل ہے ۔ زبانی الفاظ بولنے سے فقہاء نے بھی منع کیا ہے ۔ نیت صرف یہ ہے کہ دل میں قصد کرے کے نماز پڑھنے لگا ہوں ۔ فرض ۔ سنت ۔ نفل ۔

!حضرات

جمیع اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو امر کتاب وسنت سے ثابت ہو قابل تسلیم ہے ۔ اس کے ماسوائے پر بعض کا اتفاق ہے اور بعض کا نہیں ۔ پس میں شق اول پر رہ کر کچھ کلام کرنا چاہتا ہوں ۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ اسلام میں جمیع اعمال کی مقبولیت نیت پ منحصر ہے پس ہر عامل اپنے عمل کا ثمرہ با اعتبار نیت کے پائے گا ۔

"کما فی الصحیح عن عمر ابن خطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال با النیات وانما لامرمات = نوي الحدیث"

پس جب اعمال کی قبولیت نیت پر منحصر ہے ۔ تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ ''بالنیات'' جو حدیث میں وارد ہے اس کا کیا معنی ہے ۔ پس اولا اس کی تحقیق کتب لغات س کی جاتی ہے ۔تاکہ معنے لغوی کے سمجھنے سے معنی شر عی کا سمجھنا آسان ہو جاوے ۔ پھر اس کے بعد علماء ے حقانی کی تحقیق درج کی جاتی ہے ۔ اور اس بات کا کافی ثبوت دیا جاتا ہے ۔ کہ جو نیت عوام میں مشہور اور مروج ہے ۔ سو یہ نو ایجاد ہے ۔ شریعت حقہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔ اس کا مبنی قیاس ہے ۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ نیات جمع ہے ۔ نیت کی اور نیت کے جو معنی کتب لغات میں لکھے گئے ہیں یہاں پر درج کئے جاتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو صراح جو لغت کی ایک مشہور اور معتبر کتاب ہے ۔ اس میں لکھتے ہیں ۔ نوی نیت آمنگ کردن دا نتواء کذالک ص 593) (یعنی لوے اور نیت اور انتواء کے معنی نیت کرنا) قاموس میں ہے ۔ نوی الشي ینویہ نیة دخفف قصدہ کا نتواہ''(ص 299 جلد ثانی) اسی طور پر لغات (فیروزی عربی میں ہے ۔ نیت دل کا ارادہ قصد ۔ ص 308) لغات فیروزی فارسی میں ہے ۔ نیت دل کا ارادہ قصد دلی خواہش (ص 401

صراح اور قاموس میں نوے اور نیت کے اور بھی چند معنی لکھے ہیں ۔ لیکن سب مجاز ہیں ۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ اذامکن الحقیقة لایصار الی المجاز ۔ پس نیت با اعتبار لغت کے متعین ہو گیا ارادہ قلبی کو ۔ دیگر یہ کہ ان معنی کا بھی تعلق جیسا کہ ارادہ قلبی کو ہے ۔ بولنے کو نہیں ۔ اور ارادہ قلبی منافی ہے ۔ قول کے پس بعض علماء کا یہ قول کے نیت دل اور زبان سے کرنا افضل ہے ۔تاکہ زبان دل کے موافق ہو جائے ۔ اور ظاہر باطن کے مطابق بے دلیل ہے ۔ ایسا قیاس نص کے مقابلہ حجت نہں بلکہ نیت باعتبار لغت کے ارادہ قلبی ہے ۔ اور بس پس معنی لغوی اور شر عی میں ضرور کوئی مناسبت ہونا چاہیے ۔ لہذا جو معنی شر عی علماء حقانی نے نیت کے بیان کئے ہین ان کو زکر کیا جاتا ہے ۔

ملاحظہ ہو

"وقال النووي النیة القصد وعزیمة القلب وایضا قال البیضاوي النیة عبارة عن انبعاث القلب نحو مایراہ موافقا لغرض ن جلب نفع اودفع ضر حالا ومالا والشرع خصصه بالاراوة التوجح نحو الفعل لا بتفاء رضا اللہ وامتثال حکمه والنیة فی الحدیث محمول علی المعنی اللغوي الخ "

فتح الباری پارہ اول ص 7) اور کہا امام نووی (شارح صحیح مسلم) نے نیت کا قصد کرنا دل کی پختہ بات اور کہا بیضاوی نے نیت عبارت سے ابھارنا دل کا س امر کی طرف جو اپنی غرض کے موافق دیکھتا ہے تحصیل نفع کے لئے) یا دفع ضر رکے لئے حالا و مالا اور شرع نے خاص کر دیا ۔ فعل کے بجالانے کے ارادہ کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اس کے امر کی بجا آوری کے لئے اور نیت مذکورہ حدیث میں محمول ہے معنی لغوی پر ۔ انتھیٰ

یہ عبارت کسی تفصیل کی محتاج نہیں ۔ بلکہ ڈنکے کی چوٹ اس امر کو ثابت کرتی ہے ۔ کہ حدیث میں جو نیات وارد ہے ۔ اس سے معنی لغوی یعنی کسی فعل کے بجالانے کا ارادہ کرنا ہی مراد ہے ۔ دیگر ہیچ ۔

بایں وجہ اس حدیث کو بعض محدثین نے جملہ شریعت اور بعض نے نصف اور بعض نے ثلث قرار دیا ہے ۔ جیس کہ عون الباری شرح صحیح البخاری میں ہے ۔

قال ابن معدي ایسضا ینبغي ان یجعل ہذا الحدیث راس کل باب ووجه البیعقی کرنہ ثلث العلم بان کسب العبد یقع بقلبه ولسانه وجوارحه فالنیة احد اقسامه اثلاثة وارجحہا الانہا قد تکون عبادة مستقلة وغیر ایحتاج الیہا ومن ثم وردنیه المومن خیر (من عمله وکلاک الامام احمد یدل علی ایه اراد بکون ثلث الاعلم انه احد قواعدہ ثلاثه التی تردالیہا جمیع الاحمام (ص 43 بر حاشیہ نیل لاطار

اورکہا ابن مہدی نے لائق ہے کہ اس حدیث کو ہر باب کا سر قرار دیا جاوے ۔ اور بیہقی نے اس حدیث کے ثلث علم ہونے کی توجیہ بیان کی گئی ہے ۔ کہ بندہ کا فعل یا تو دل سے ہوتا ہے ۔ یا زبان جوارح سے پس نیت ان ''

تین سے ایک ہے۔ اوران کی ارجح ہے۔ کیونکہ یہ عبادت مستقلہ ہے۔ اوراس کے ع لاوہ افعال جوارح ،لسان اس کے محتاج ہیں اس واسطے وارد ہوا مومن کی نیت بہتر ہے۔ اس کے عمل سے اور امام احمد کا کلام بھی اس امر ''پر دلالت کرتا ہے کہ نیت ایک ہے دین کے قواعد ثلاثہ کی جن کی طرف احکام راجع ہوتے ہیں۔

اس عبارت سے بخوبی روشن ہوگیا کہ نیت فعل قلب ہے۔ نہ فعل لسان کیونکہ فعل عہد تو مقسم ہے۔ اور ہرسہ افعال اس کی اقسام ہیں۔ اور یہ بالبداہت ثابت ہے۔ کہ قسم شے کی اس کی قسم کے مغائر ہے پس اگر نیت کو بولا بھی جائے گا تو فعل لسان ہوجائے گا۔ نہ فعل قلب یا حقیقت مستعملہ کا بدلنا لازم آئے گا۔ وھما محذوران۔ پھر آگے اس کی لغوی تحقیق لکھتے ہیں۔

یعنی نیات جمع ہے نیت کی باب ضرب سے بمعنی قصد کرنا۔ اور کہا جاتا ہے نومی سے بمعنی دوری کے اور اوراول معنی اولیٰ ہے اور نیت کی جو جمع آئی ہے باعتبار انواع کے ہے کیونکہ مصدر کی جمع اکی انواع کے اعتبار سے '' آسکتی ہے۔ باعتبار مقاصد نیت کرنے والوں کے مثل قصد کرنے اللہ کی رضا کے یا اس کے وعدہ حاصل کرنے کے یا س کی وعید سے ڈرنے کا اور معظم الروایہ میں نیت باعتبار اصل کے مفرد آیا ہے۔ واسطے اتحاد محل کے اور وہ قلب ہے جیسا کہ اس کا واحد مرجع ہے۔ یعنی اخلاص وحدہ لاشرک کا پس اس کا مفرد آنا مناسب ہے۔ بخلاف اعمال کے پس وہ متعلق ہے۔ ظواہر کے اور متعدد ہے۔ بایں وجہ اس کی جمع آنا مناسب ہے اور نیت یہاں محمول ہے۔ معنی لغوی پر انتہیٰ

پاس قطعی فیصلہ ہوچکا کہ حدیث میں جو نیت وارد ہے۔ اور جس پر عمل کی قبولیت کا مدار ہے۔ بمعنی ارادہ قلبی ہے۔ اور بس اگر زبان سے بولنے کی قید زائد کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جاوے گا۔ تو ضرور معنی لغوی میں تغیر پیدا ہوجاوے گا۔ پس جیسا کہ نماز کے اور اوراخواط (1)۔ میں نیت بلفظ باللسان کو غیر مشروع کہا جاتا ہے۔ اس میں بالاولیٰ کہنا چاہیے۔ اسی واسطے شیخ عبد الحق مرحوم محدث دہلوی نے اس کے بارہ میں بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ ((از محمد ابو المنصور صاحب کھڈیلہ ضلع جیپور شیخاواٹی 4 رجب 43 ہجری

۔ روزہ حج زکواۃ وغیرہ 12 منہ 1

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 01 ص 474

محدث فتویٰ